رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں آمد

(ایک تحقیقی مطالعہ)

(۲)

سید فضل احمد شمسی

(۴)

ہجرت کے واقعہ کی تفصیلات کے بارے میں جو روایات آئی ہیں وہ ایک دوسرے سے بظاہر مطابقت نہیں رکھتیں ۔ ہم نے روایات کے مطالب کو سمجھنے اور ان میں تطبیق دینے کی اپنی کاوش کو ایک مربوط بیان کی شکل میں اس مقالے کی پہلی قسط میں پیش کیا تھا ۔ یہاں ہم ان روایات سے بحث کریں گے جو اس بیان سے متصادم نظر آتی ہیں ۔

سب سے پہلے یثرب میں آنحضور ﷺ کی آمد کے موقعہ پر پہلی جائے قیام سے متعلق اختلافی روایت کو لیتے ہیں ۔ یہ روایت امام احمد بن حنبل ، امام مسلم ، ابن سعد اور الحاکم وغیرہ نے نقل کی ہے ، جو حضرت براء بن عازب سے منسوب ہے ۔ اس روایت کے مطابق حضرت ابو بکر نے حضرت عازب کو حضرت براء کی موجودگی میں آنحضور ﷺ کے ساتھ مکہ سے ہجرت کا واقعہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ وہ رات کے وقت مدینہ پہنچے تو لوگوں میں اس پر بحث ہوئی کہ رسول اللہ ﷺ ان میں سے کس کے یہاں قیام فرمائیں ، آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ حضرت عبدالمطلب کے ننھیالی اعزاء بنو النجار کے یہاں قیام کریں گے تاکہ وہ اس طرح ان کی تعظیم بجا لائیں ۔ آپ کی تشریف آوری پر مرد ، عورتیں بچے اپنے اپنے مکانوں کی چھتوں پر اور گلیوں میں ، "یا محمد یا رسول اللہ ، " کا نعرہ لگانے لگے ۔ (امام مسلم) ۔ امام ابن حنبل وغیرہ کی روایت کے مطابق حضرت ابو بکر نے

حضرت عـــازب (اور گویا حضرت براء) سے مزید بیـــان کیا کہ جب صبح کو رســـول اللہ ﷺ اٹھے تو انھوں نے (اللہ تعالی کے) حـــکم کے بمـــوجب عمـــل کیا ۔ (۱۱۴) روایت کا مندرجہ بالا حصہ کئی لحاظ سے ناقابل قبول ہے ۔

اولاً رات کے وقت بچوں کا گلیـــوں میں آ کر نعــرہ لگانا ۶۲۲ ء میں بڑا عجیب ســـا لگتا ہے۔میرا خیال ہے کہ اس زمانہ میں بچے مغرب کے فوراً بعـــد کھا پی کر ســـو جاتے ہوں گے کیونکہ اب سے کچھ پہلے ہمارے قصبات میں جہـــاں برقی روشنی نہیں آتی تھی بچوں کو مغرب سے پہلے ہی کھانا کھلا دیا جاتا تھا اور وہ مغرب کے فوراً بعـــد سلا دیئے جاتے تھے ۔ چاند کی خواہ ۸ ۔ تاریخ رہی ہـــو خواہ ۱۲ تاریخ لـڑکوں کا راستوں میں آ کر نعرہ لگانا کچھ عجیب ســـا محسوس ہوتا ہے ۔

دوم یہ کہ یہ بھی کچھ عجیب سی بات ہے کہ اللہ تعالی اپنے نبـــی کو یثرب پہنچنے اور ایک شب گذارنے کے بعـــد تو حکم دے کہ وہ کہاں قیام کریں لیکن مـــکہ سے چلتے وقت یا راستہ میں اس کی ھـــدایت نہ کرے کہ یثرب پہنچ کر کہاں قیـــام کرنا ہے ۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ شروع سے بنو عمرو بن عوف کے ساتھ قیام کا حکم تھا تو کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کی تکریم کی خاطر اللہ تعالی کے حکم کے خلاف عمل کیا ۔

سوم ۔ حضرت سلمی بنت عمرو آنحضور ﷺ کی پردادی تھیں ، ان کے اپنے بھائی کا پرپوتا بھی آنحضور ﷺ کا دور پرے کا قرابت دار ہوتا یعنی بہت دور کی رشتہ داری ہوتی ۔ حضرت سلمی بـــنت عمـــرو کی والدہ حضرت عمیرہ بنت صخر کا تعلق بنو مازن بن النجار سے تھا ۔ بڑا عجیب لگتا ہے کہ محض رشتہ داری کی وجہ سے آنحضور ﷺ قیـــام کا وہ بھی صرف ایک شب کے قیـــام کا ، فیصلہ کریں ۔ آنحضور ﷺ نے مدینہ میں حضرت ابو ایوب کے یہاں قیـــام کیا ۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ۔ ان کا تعلق مالک بن النجار کے ذیلی قبیلے سے تھا عدی بن النجار یا مازن بن النجار سے نہیں ، آنحضور ﷺ کے قریب ترین اعـــزاء عـــدی بن النجار کے لوگ تھے ظاهـــر ہے کہ حضرت ابو ایوب کے یہاں قیام کا فیصلہ رشتہ داری کی بنیاد پر نہیں تھا ورنہ بنـــو عـــدی کے رؤساء میں سے کسی کا انتخاب کیا گیا ہوتا ۔

چہارم ۔ یہ بات یوں بھی عجیب سی معـــلوم ہوتی ہے کہ (اس حدیث کے مطابق) آنحضور ﷺ جب رات کے وقت مدینہ پہنچتے ہیں تو کئی قبائل یا

بطـون کے لوگ ایک جگہ جمع پائے جاتے ھیں جن میں قیـام کے سلسلہ میں تنازع ھوتا ھے ۔ اگر آنحضورؐ نے انصار کو کسی جگہ جمع ھونے کا حکم کسی سوار کے ذریعہ دے دیا تھا اور اگر ان کا ارادہ بنو النجار کے ساتھ قیـام کا تھا تو انھوں نے کس لئے تمام لوگوں کو مجتمع ھونے کا حکم دیا تھا ۔ ؟

پنجم ۔ روایت میں صرف بنو النجار کا ذکر ھے یہ صراحت موجود نہیں کہ کس بزرگ کے یہاں مقیم ھوئے بلکہ بنو النجار کے اس ذیلی قبیلے کا ذکر تک نہیں جن کے یہاں آپ نے قیام فرمایا ۔ یہ بھی بڑی عجیب سی بات ھے ۔

ششم ۔ تقریباً تمام مہاجرین اس وقت قباء میں مقیم تھے (۱۱۵) ۔ اس سے بھی یہی اندازہ ھوتا ھے کہ آنحضور ﷺ کا ارادہ قبـاء ھی میں قیام کا تھا اور کئی دنوں تک فی الواقع قیام وھیں رھا ۔ پھر ایک رات بنو النجار میں کیوں گذاری ؟

ھفتم ۔ امام احمد بن حنبل اور امام مسـلم وغیرہ کی متعلقہ روایت میں مختلف راویوں کے ذریعے اسرائیل بن یونس بن ابو اسحـاق السبیعـی (تقریباً ۱۰۰ ھ تا تقریباً ۱٦۰ ھ) تک پہنچتی ھیں جنھوں نے اپنے دادا ابو اسحاق عمـرو بن عبداللہ السبیعـی (تقریباً ۳۳ تا تقریباً ۱۲٦ ھ) سے اور ابو اسحاق نے حضرت براء بن عـازب (المتوفی ۷۲ ھ) سے روایت کی ھے کـہ انھوں نے حضرت ابو بکـر سے یہ بات خـود سنی ۔ یہ حـدیث خبر واحـد ھونے کے باوجود بہت اھم ھے کہ بالآخر بیان خود حضرت ابو بکر تک پہنچتا ھے لیکن سب سے پہلی غور طلب بات یہ ھے کہ اس روایت کے مطابق حضرت ابو بکر حضرت عـازب کے پاس کجاوہ خـریدنے آئے تھے تو حضرت عـازب کی درخواست پر ھجرت کا واقعہ بیان کیا ۔ حضرت براء موجود تھے اور انھوں نے یہ بیان سنا لیکن یہ خیال کرنا کہ حضرت براء نے یہ بیـان اسی وقت قـلمبنـد کر لیا تھا بہت مشکل ھے ۔ بلاشبہ انھوں نے بہت دلچسپی سے سـنا ھو گا اور تمام ضروری باتیں ان کے ذھن میں محفوظ ھو گئی ھوں گی ۔ ممـکن ھے کہ بعـد میں وہ اسے تحـریری شکل میں بھی لے آئے ھـوں لیکن جـو روایات ھم تک پہنچی ھیں ان میں ھم آھنـگی کے باوجـود الفاظ کا بہت فرق ھے جس سے پتہ چـلتا ھے کہ شروع میں روایت زبانی تھی یا بعد کے راویوں نے تحـریری روایت کے سـاتھ تصریف کی ھے (۱۱٦) ۔ علاوہ ازیں المستدرک میں ایک حـدیث آئی ھے جو اسرائیل اور ابو اسحاق ھی کے واسطے سے حضرت براء اور

حضرت ابو بکر تک جاتی ھے اور جس کے متعلق الحاکم کا کہنا ھے۔کہ امام بخاری کے اصول کے تحت صحیح قرار پاتی ھے اس میں جو بیان حضرت ابو بکر سے منسوب ھے وہ امام ابن حنبل وغیرہ کی روایات کے بیان سے بہت مختلف ھے (۱۱۷)۔

اس سلسلہ میں دوسری غور طلب بات یہ ھے کہ لفظی اختلافات کے باوصف یہ ظاہر ھے کہ حضرت عازب نے حضرت ابو بکر سے غار سے روانہ ہونے اور سفر کے بارے میں سوال کیا تھا۔ یثرب پہنچنے پر کیا ہوا یہ دریافت نہیں کیا تھا (۱۱۸)۔ یہ بات یوں بھی واضح ھے کہ حضرت عازب خود بھی ان لوگوں میں ہوں گے جنہیں آنحضور ﷺ کے یثرب آ جانے کے بعد کے تمام اہم واقعات کا علم رہا ہو گا۔ لہذا انہوں نے یثرب پہنچنے سے پہلے یا پہنچنے تک کا واقعہ بیان کرنے کی درخواست کی ہو گی۔ (۱۱۹)۔ لہذا حضرت ابو بکر کا یہ بیان کرنا کہ لوگوں میں قیام کے بارے میں تنازعہ ھوا وغیرہ غیرضروری معلوم ہوتا ھے۔

ہشتم۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ حضرت براء کی اس روایت کے علاوہ جتنی روایات ھم تک پہنچی ھیں ان سب میں بنو عمرو بن عوف یا انکی بستی (قباء) میں آمد کا ذکر ھے۔ کسی نے بھی بنو النجار کے ساتھ قیام کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت انس بن مالک (جو آنحضور ﷺ کی آمد کے وقت اپنے بیان کے مطابق ۹ سال کے تھے اور گویا پہلے دن سے آنحضور ﷺ کی خدمت میں رہے تھے) کا بیان بہت واضح ھے کہ جب آنحضور ﷺ مدینہ (یعنی یثرب) تشریف لائے تو مدینہ (یعنی یثرب) کے بالائی علاقہ میں بنو عمرو بن عوف کے قبیلے میں ۱۴ روز قیام کیا (۱۲۰)۔ آنحضور ﷺ کی مکہ سے روانگی کے بعد کے سفر کو امام ابن حجر کے بیان کے مطابق زبیر بن بکار نے (حضرت عائشہ سے) اور ابن عائذ نے (ابن عباس سے) مفصل بیان کیا ھے اور قباء تک منزل بہ منزل تفصیلات بیان کی ھیں (۱۲۱)۔ الحاکم نے المستدرک میں حضرت عائشہ سے روایت نقل کی ھے جس میں راستہ کی منازل کےذکر کے بعد قباء میں بنو عمرو بن عوف میں پہنچنے کا بیان ھے (۱۲۲) ابن اسحاق نے عبداللہ بن ابو بکر بن حزم کے حوالے سے بیان کیا ھے کہ کہا جاتاھے کہ ام المومنین حضرت صفیہ نے فرمایا کہ جب آنحضور ﷺ مدینہ (یعنی یثرب) آئے اور قباء میں اترے

تو انکے والد کو اطلاع ملی (۱۲۳)

چنانچه هم یه سمجهنے پر مجبــور هیں که روایت کا آخری حصه ابو اسحاق یا اسرائیل یا ان کے بعد کے کسی راوی نے سہواً یا دانسته طور پر اصل روایت میں داخل کر دیا هے ـ یہاں پر یه ذکر بےمحل نہیں هو گا که ایک بیان کے مطابق حضرت براء کی والده کا تعلق خاص بنو مالک ابن النجار سے تھا اور ان کے والد کا بنو الحارث بن الحزرج سے (۱۲۴) ـ نیز یه که امام بخاری نے اس حدیث کو توصحیح قرار دیا هے لیکن متعلقه حصه کو اپنی کسی روایت میں بھی شامل نہیں کیا هے ـ

هم حضرت براء کی حدیث کا سرے سے انکار نہیں کر رهے هیں بلکه اسکے اس آخری حصه کا جس میں بنو النجار کے ساتھ قیام کا ذکر هے اور جسے امام بخاری نے حــدیث متعلقه کو قبول کر لینے کے باوصف قبول نہیں کیا هے ـ جہاں تک تطبیق دینے کا سوال هے هم سمجھتے هیں که اس روایت کی دیگر روایات کے ساتھ مناسب انداز میں تطبیق ممکن نہیں ـ

(۵)

اکثر روایات میں آیا هے که آنحضور ﷺ مدینه / قباء دوپہــر کے وقت پہنچے (۱۲۵) بلکه کہه سکتے هیں که حضرت براء، حضرت عبدالرحمن بن یزید بن جاریه ، ابو معشر نجیح اور ابن البرقی کے علاوه تمام رواة کے بیان کے بموجب آنحضور ﷺ مدینه / قبـــاء دوپہر کو وارد هوئے ـ اس امر کے باوصف هم نے قباء کی آمد کا وقت آخر شب بتایا هے۔همارے انتخاب کی دو وجوهات هیں ـ اولاً ابن اسحاق کی دو روایات هیں جو حضرت عبدالرحمن بن یزید سے منسوب روایت کی تائید کـــرتی هیں ـ

ابن اسحاق کا بیان هے که عبدالله بن ابو بکر بن حزم نے کہا هے که ام المومنین حضرت صفیه کے بارے میں انہوں نے سنا هے که انہوں نے فرمایا ـــــ

« میں اپنے والد (حیی بن اخطب) اور چچا ابو یاسر کی چہیتی تھی : رسول الله صلی الله جب مدینه آئے اور قباء میں بنو عمرو بن عوف میں اترے تو وه دونوں طلوع آفتاب سے قبل ان سے ملنے گئے ـ (غدا عــلیه مغلسین) اور غروب آفتاب کے وقت هی لوٹے » ـ (۱۲٦)

ابن اسحاق کی اس روایت سے یه ثابت نہیں که آنحضـــور ﷺ جس دن تشریف لائے تھے اسی دن حیی بن اخطب (سردار بنو نضیر بلکه مـــدینه کے تمام

یہودیوں کا سردار اور حضرت صفیہ کا والد) کو انکی آمد کی اطلاع ہوئی اور وہ طلوع آفتاب سے قبل ان سے ملاقات کے لئے روانہ ہو گیا ۔ جہاں تک حیی کو اطلاع پہنچنے کا تعلق ہے تو یہ فرض کرنا بہت دشوار ہے کہ آنحضور ﷺ پہنچے تو دوپہر کے وقت ہوں لیکن یہودیوں کے سب سے بڑے سردار کو اسکی اطلاع دوسرے دن صبح کے قریب ملی ہو ۔ یہ البتہ ممکن ہے کہ اطلاع تو دوپہر کے قریب ہی مل گئی ہو لیکن وہ ملاقات کے لئے دوسرے دن گیا ہو ۔

اب ہم ابن اسحاق کی دوسری روایت کو لیتے ہیں ۔ حضرت عبداللہ بن سلام یہودیوں کے بڑے ربی اور عالم و فاضل انسان تھے ۔ ابن اسحاق ان کے خاندان کے ایک غیر مذکور فرد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا ۔

" جب میں نے رسول اللہ کے بارے میں سنا تو انکے اوصاف ، انکے نام اور ظہور کے زمانے کی بناء پر میں سمجھ گیا کہ یہ وہی ہیں جنکا ہمیں (یعنی یہودیوں کو) انتظار تھا ۔ اس سے مجھے بڑی مسرت ہوئی لیکن میں اس بارے میں خاموش رہا یہانتک کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے ۔ جب وہ قباء میں بنو عمرو بن عوف میں اترے تو ایک آدمی انکے آنے کی خبر لے کر اسوقت آیا جب میں (اپنے باغیچے میں) ایک کھجور کے درخت پر چڑھ کر کام کر رہا تھا ۔ جب میں نے یہ خبر سنی تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا ۔ میں فوراً رسول اللہ کے پاس گیا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا ۔ (۱۲۷) ۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام کو اطلاع دوپہر کے وقت نہیں ہوئی ہو گی ۔ روایات میں جس گرمی کا ذکر آیا ہے وہ ہم دیکھ چکے ہیں ۔ اس گرمی میں دوپہر کے وقت ایک اہم ربی کا درخت پر چڑھ کر کام کرنا بڑی عجیب سی بات ہے اسی طرح اطلاع کرنے والے کا دوپہر میں اطلاع لے کر آنا اور حضرت عبداللہ کا حاضر خدمت ہونا بھی کچھ کم حیران کن بات نہیں چنانچہ حضرت عبداللہ کے پاس اطلاع پہنچنے کا وقت طلوع آفتاب کے قریب کا وقت یا شام کا وقت ثابت ہوتا ہے لیکن روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت عبداللہ اسی وقت ، بلکہ اسی ٹوکری کو لئے ہوئے جس میں انہوں نے کھجور توڑے تھے ، آنحضور ﷺ کے پاس گئے اور واپس آ کر اپنے اہل خانہ کو مشرف بہ اسلام کیا ۔ (۱۲۸)

چنانچه اطلاع ملنے کا وقت فجر کا وقت ثابت ہوتا ہے ۔ ایسی صورت میں حضرت صفیہ کے بیـــان کا یہ مطلب نکلتا ہے کہ حیی کو بھی فجر کے وقت اطلاع مـــلی اور وہ بھی اطلاع مـــلتے ہی ملاقات کو چل دیا ۔ چنانچہ ان دو روایات سے آنحضور ﷺ کا دوپہر میں وارد قباء ہونا ناممکن نہیں تو دور از قیاس ضرور ثابت ہوتا ہے ۔

ہمارے انتخاب کی دوسری وجہ مـــدینہ کے نام میں التباس اور جمـــعہ کے دن آنحضور ﷺ کا بنو ســـالم میں نماز جمعہ ادا کرنا ہے ۔ تمام روایات سے یہ ظاهـــر ہے کہ بنو ســـالم کی بستی حرہ کے قریب واقع تھی اور آنحضور ﷺ جب وہاں پہنچے تھے تو نمـــاز جمعہ کا وقت ہو گیا تھا ۔ لہذا ظاهـــر ہے کہ جمعہ کے دن آپ دوپہر کے قریب ہی مدینہ پہنچے تھے ۔ اب هـــم یہ فرض کرتے ہیں کہ دوپہر کے وقت آمد و استقبال کا جو ذکر آیا ہے وہ مـــدینہ میں آمـــد و استقبال کا ذکر تھا لیکن بعد کے رواۃ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ یثرب میں آمد کا ذکر ہے ان میں سے بعض نے تو مـــدینہ کا ہی ذکر کیا لیکن بعض اصحاب نے اپنے خیال میں قبـــاء کا ذکر کر کے بیـــان کو مزید متعین کر دیا اور اس طرح قباء سے مدینہ آنے پر جو استقبال ہوا اور اسکا جو وقت تھا وہ قباء میں آمد و استقبال اور اسکا وقت بن گیا ۔ (ہم اس پر واقعاتی ترتیب کے سلسلہ میں مزید بحث کریں گے ۔)

★ ★ ★ ★ ★

بعض روایات میں مدینہ قبـــاء میں آمد کا وقت رات کا بتایا گیا ہے (۱۲۹) ۔ حضرت براء اور حضرت عبدالرحمن بن یزید سے منسوب روایات کے مـــاســـواء جو روایات آئی ہیں ان میں صرف دو شنبہ کی شب کا ذکر ہے جو ہمارے بیـــان سے مطابقت رکھتی ہیں ۔ ہم نے حضرت عبدالرحمن کا بیـــان نہ صرف قبـــول کیا ہے بلکہ یہی روایت ہمارے بیـــان کی اساس ہے ۔ حضرت براء کی روایت کے اس حصہ پر جس میں شب کے وقت آمد اور بنو النجار میں قیام کا ذکر ہے خاصی تفصیل سے بحث کی ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ حصہ اصل روایت کا حصہ نہیں ہے ۔

(٦)

ہم نے واقعات کو جس ترتیب سے یہاں پیش کیا ہے وہ تمام مستند مورخین کی روایات سے مختلف ہے بلکہ بعض موقعوں پر معتبر کتب احادیث سے بھی بظاہر متصادم معـــلوم ہوتی ہے لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے ۔

مـــدینه میں تشریف آوری کے واقعه کو هم پانچ ذیلی واقعات میں منقسم کر سکتے هیں ـ (۱) قباء میں آمد ـ (ب) مدینه میں آمد اور بنو سالم میں نماز جمعه ـ (ج) قباء سے مدینه میں منتقلی ـ (د) حره کی پشت پر آنحضورؐ کا استقبال ـ (ه) مدینه میں مختلف بستیوں سے گذر کر مسجد نبوی یا رهائش کی جگه یا دونوں کا انتخاب ـ

(موخر الذکر کو هم دو واقعات میں منقســـم کـــر ســـکتے هیں اول رهائش کی جگه کا انتخاب اور دوم مسجد کی جگه کا انتخاب ـ ایک معاصر کا خیال هے که یه واقعـــات ایک دن نهیں بلکه مختلف دنوں میں پیش آئے (۱۳۰) ـ لیکن همیں ایک بهی قـــدیـم روایت ایسی نهیں مـــلی جس میں یه صراحت پائی جاتی هو ـ) اگر روایات سے قطع نظر صرف امکانات پر انحصار کیا جائے تو یه پانچوں واقعات ایک دن کے بهی هـــو سکتے هیں اور پانچ مختلف دنـــوں کے بهی هو سکتے هیں ـ اکثر روایات میں ان واقعـــات کو دو دنـــوں کا واقعه بتایا گیا هے یعنی قبـــاء میں دو شنبه کو آمد و استقبال اور چـــار دنوں کے بعد مـــدینه میں نماز جمعه ، انتخـــاب رهائش گاه اور منتقلی (۱۳۱) ـ لیکن یه تقسیم انتهائی مستند روایات سے متصادم هے ـ ام المومنین حضرت عائشه کا بیان هے که آنحضورؐ جب مـــدینه (یعنی یثرب) تشریف لائے تو قبـــاء میں بنـــو عمـــرو بن عوف میں دس دن سے زیاده قیام فرمایا (۱۳۲) ـ یهی بیان عروه ابن الزبیر کا هے (۱۳۳) ـ حضرت انس کا بیـــان اس سے بهی زیاده تعین کا حامل هے ـ ان کا بیـــان هے کـــه آنحضـــور ﷺ نے قباء میں عمرو بن عوف میں ۱۴ دن قیام فرمایا (۱۳۴) ـ

حضـــرت انس کا تعلق بنـــو عمـــرو بن عـــوف سے نهیں ـ بنو عدی بن النجار سے تهاً) ۱۳۵) بظاهر کوئی وجه نظر نهیں آتی که ان کے اس بیان کو رد کر دینے کے قابل سمجها جائے خصوصاً ایسی صورت میں که نه صرف حضرت عائشه صدیقه اور عـــروه کے بیانات سے اسکی تصدیق هوتی هو بلـــکه ایـــک وضاحت سے (که ابتدائی رواة کا بیان یه تها کـــه بنو عمرو بن عوف میں چـــار روز قیام کے بعد آنحضور ﷺ مدینه تشـــریف لائے ، جسکے معنی صرف یه تهے که اتنے دنوں تک مـــدینه میں آپکی تشریف آوری نهیں هوئی لیکـــن بعد کے رواة نے جسکا مطلب یه نکالا که چار روزه قیام کے بعد آنحضور ﷺ قبـــاء سے مدینه میں منتقل هو گئے) بظاهر متصادم روایات سے مطابقت پیـــدا هو جاتی هے ـ چنانچه هم سمجهتے هیں که یه بات گویا ثابت هے که مدینه میں بنو سالم میں نماز

جمعه ادا کرنے کا واقعه اور حضرت ابو ایوب کے یہاں فروکش ہونے کا واقعه ایک دن کے واقعات نہیں هیں ۔

یه تو صاف ظاهر هے که قباء میں آمد اور مدینه میں نماز جمعه کے واقعات ایک هی دن کے نہیں هو سکتے که ایک واقعه دو شنبه کو پیش آیا تھا اور دوسرا جمعه کے دن (۱۳۶) ۔

نیز روایات سے یه قطعی طور پر ثابت هے که یثرب یعنی قباء میں آمد اور مسجد و رهائش کی جگه کے انتخاب کے واقعات ایک دن کے واقعات نہیں هیں ۔ چنانچه هم اسے ثابت شده متصور کرتے هیں که یه پانچ واقعات کم از کم تین دنوں سے تعلق رکھتے هیں (۱) قباء میں تشریف آوری کا دن ۔ (۲) بنو سالم میں نماز جمعه کا دن ۔ اور (۳) مدینه منتقل هونے کا دن ۔ یوں تو باقی دو واقعات بھی مزید دو دنوں کے هو سکتے هیں لیکن قیاس غالب هے که استقبال انهی تین دنوں میں سے کسی ایک دن (یا هو سکتا هے تینوں دن یا کسی دو دن) کیا گیا ۔ جہاں تک رهائش و مسجد کی جگه کے انتخاب کا تعلق هے تو یه بنو سالم میں نماز کے دن کا یا منتقلی کے دن کا واقعه هو سکتا هے ۔ اب همیں دیکھنا هے که استقبال اور مسجد کی جگه کے انتخاب کے بارے میں جو روایات آئی هیں انکا کس کس دن سے تعلق ثابت هوتا هے ۔

استقبال کے سلسله میں سب سے پہلے امام البخاری کی ابن شهاب کے واسطے سے عروه بن الزبیر کی روایت کو لیتے هیں :۔

مدینه کے مسلمانوں نے رسول الله کا مکه سے روانه هونا سن لیا تو وه هر روز علی الصباح (یغدون کل غداة) حره پر آتے اور اس وقت تک ان کا انتظار کرتے جب تک دوپہر کی گرمی انهیں پلٹنے پر مجبور نه کر دیتی ایک دن انتظار کے بعد وه واپس هو گئے تھے اور اپنے اپنے گھر پہنچ گئے تھے که ایک یہودی نے جو اپنے ایک اطم سے یه دیکھا کرتا تھا اس نے رسول الله اور ان کے ساتھیوں کو سفید لباس میں دیکھا ۔ وه اپنے آپ کو بلند آواز میں چیخنے سے نه روک سکا ، ,, اے عربو ۔ تم اپنے جس بزرگ کا انتظار کر رهے هو وه آ گیا ۔ مسلمانوں نے هتھیار باندھے اور حره کی پشت پر آنحضور ﷺ سے آ ملے ۔ رسول الله ان کے ساتھ دائیں جانب کی طرف مڑ گئے یہاں تک که رسول الله لوگوں کے ساتھ بنو عمرو بن عوف میں اتر گئے ۔ یه ربیع الاول کے

مہینہ میں دو شنبہ کا دن تھا آنحضور ﷺ خاموشی سے بیٹھے رہے اور حضرت ابو بکر کھڑے لوگوں سے گفتگو کرتے رہے ۔ وہ انصار جو حاضر ہوئے انہیں نہیں پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کون ہیں اور حضرت ابو بکر کون ہیں ۔ یہاں تک کہ دھوپ آنحضور ﷺ پر پڑنے لگی ۔ حضرت ابو بکر نے آگے بڑھ کر اپنی چادر سے رسول اللہ ﷺ پر سایہ کر دیا ۔ اس طرح لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ ان میں سے کون ہیں ۔

رسول اللہ ﷺ نے بارہ راتوں سے زیادہ بنو عمرو بن عوف میں قیام کیا اور اس مسجد کی بناء ڈالی جس کی بناء تقوی پر پڑی تھی ۔ رسول اللہ ﷺ نے اس میں نماز ادا کی بعدہ ، وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور چل پڑے ، لوگ ان کے ساتھ پیدل چلتے رہے یہاں تک کہ اونٹنی مدینہ میں مسجد نبوی کی جگہ بیٹھ گئی ۔ (۱۳۷) ۔

اب ہم ابن اسحاق کا بیان نقل کرتے ہیں ۔ ابن اسحاق نے محمد بن جعفر ابن الزبیر سے اور انھوں نے عروہ بن الزبیر سے اور عروہ نے عبدالرحمن بن حضرت عویم بن ساعدہ سے اور عبدالرحمن نے اپنی قوم کے ان بزرگوں سے جو آنحضور ﷺ کے اصحاب میں سے تھے روایت کی ہے تقریباً یہی روایت امام البخاری نے عروہ کی سند سے روایت کی ہے جو اوپر نقل کی گئی ہے ۔ روایت یہ ہے : ۔

جب ہمیں آنحضور ﷺ کے مکہ سے نکلنے کی اطلاع ملی ، اور ہم ان کی تشریف آوری کا شدت سے انتظار کر رہے تھے تو ہم نماز صبح کے بعد اپنے حرہ کی پشت کو نکل جایا کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیا کرتے تھے اور واللہ اس وقت تک نہیں لوٹا کرتے تھے جب تک کہ سورج ہمارے سروں پر نہ آ جاتا تھا ۔ (حتی تغلبنا الشمس علی الظلال) چنانچہ جب سایہ نہیں ملتا تھا تو ہم اپنے گھروں کو واپس ہو جاتے تھے (دخلنا) یہ گرمی کے دنوں کی بات ہے یہاں تک کہ وہ دن آ گیا جس دن آنحضور ﷺ تشریف لائے ۔ ہم جس طرح جمع ہوا کرتے تھے اس دن بھی جمع ہوئے (یا بیٹھے)(جلسنا کما کنا نجلس) یہانتک کہ جب سایہ نہ رہا تو ہم اپنے گھروں کو چلے گئے ۔ آنحضور ﷺ اسوقت پہنچے جب ہم اپنے مکانوں میں داخل ہو چکے تھے ۔ جس شخص نے سب سے پہلے آپ کو دیکھا

وہ ایک یہودی تھا ۔ ہم جو کیا کرتے تھے اس نے دیکھا ہوا تھا اور اسے معلوم تھا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کا انتظار کیا کرتے ہیں ۔ وہ بلند آواز سے چلایا ۔ اے بنی قیلہ ۔ تمہارا بزرگ آ گیا ۔ ہم آنحضور ﷺ کی طرف چل پڑے وہ ایک کھجور کے درخت کے سایہ میں تھے ۔ حضرت ابو بکر ان کے ساتھ تھے جو آنحضور ﷺ کی سی عمر کے تھے ۔ ہم میں سے اکثر نے اس سے قبل آنحضور ﷺ کو دیکھا نہیں تھا۔لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ دو میں سے رسول اللہ کون ہیں ۔ یہاں تک کہ آنحضور ﷺ پر سے سایہ ہٹ گیا تو حضرت ابو بکر نے کھڑے ہو کر آنحضور ﷺ پر اپنی چادر سے سایہ کر دیا اور اس طرح لوگوں کو معلوم ہو گیا رسول اللہ ﷺ کون سے ہیں ۔ (۱۳۸) ۔

اس روایت کے بعد ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ آنحضور ﷺ جیسا کہ کہا جاتا ہے کلثوم بن الهدم کے یہاں فروکش ہوئے (۱۳۹) ۔ اس روایت سے فوراً پیشتر قباء میں بنو عمرو بن عوف میں دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول کے روز دوپہر میں آمد کا ذکر ہے ۔ (۱۴۰) ۔ یہ روایت دو وجوهات کے باعث قباء میں آمد کے دن بنو عمرو میں پہنچنے سے پہلے کا واقعہ بیان کرتی معلوم ہوتی ہے ۔ ایک تو ترتیب بیان (قباء میں آمد کا ذکر ۔ استقبال کا ذکر ۔ قباء میں فروکش ہونے کا ذکر ۔) (۱۴۱) دوسرے رواۃ کا بنو عمرو بن عوف سے تعلق کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لفظ قوم سے مراد قبیلہ ہے ۔ یعنی اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انصار خصوصاً قباء کے لوگ حرہ سے آگے آ کر انتظار کیا کرتے تھے اس خیال کو ابن سعد کے بیان سے تقویت ملتی ہے ۔ ہم بیان کا ایک ٹکڑا یہاں پیش کرتے ہیں ۔

" (آنحضور ﷺ) عقیق کے نشیب کو عبور کر کے الجثاثه پہنچے ۔ یہاں آپ نے فرمایا ہمیں کون بنو عمرو بن عوف کے راستہ کی طرف اس طرح لے جائے گا کہ مدینہ قریب میں نہ آئے ؟۔تو الظبی کے راستہ الحرة العصبه پر سے گذرے ۔ مہاجرین آنحضور ﷺ کا اپنے پاس آنے کا بہت دنوں سے انتظار کر رہے تھے ۔ وہ انصار کے ساتھ سحر کے وقت الحرة العصبه کی پشت پر جایا کرتے تھے (یغدون) وہ دن کی پہلی گھڑی (الاول النہار) میں آنحضور ﷺ کی آمد کی توقع کرتے تھے ۔ جب سورج کی گرمی انہیں جلا دیتی تھی تو اپنی اپنی جائے رہائش کو واپس ہو جاتے تھے۔ جب وہ دن آیا جس دن رسول اللہ پہنچے ،

اور یہ دن دو شنبہ (۱۲) ربیع الاول کا تھا (۱۳۲) اور کہا جاتا ھے کہ ۲ ربیع الاول کی تاریخ تھی ، وہ اسی طرح جمع ہوئے جس طرح جمع ہوا کرتے تھے اور جب سورج کی گرمی سے جل گئے تو اپنے گھروں کو واپس ہو گئے ۔ تو اسوقت ایک یہودی اپنے اطم پر سے بلند آواز سے چیخا اے بنی قیلہ ۔ تمہارا صاحب آ گیا ۔ تو وہ لوگ نکل کھڑے ہوئے اور آنحضور ﷺ اور ان کے تین ساتھیوں کو دیکھا ۔ بنو عمرو بن عوف میں غلغلہ ہوا اور تکبیر بلند ہوئی ۔ مسلمانوں نے ہتھیار باندھ لئے ۔ جب آنحضور ﷺ قباء پہنچے تو بیٹھ گئے اور حضرت ابو بکر کھڑے لوگوں سے گفتگو کرتے رہے ۔ مسلمان آنحضور ﷺ کو سلام کرنے حاضر ہوئے ۔ رسول اللہ حضرت کلثوم بن الهدم کے یہاں فروکش ہوئے (۱۳۳)

آئیے اب ذرا ان بیانات پر غور کریں ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یثرب میں آنحضور ﷺ کی آمد متوقع تھی لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ انصار تو کیا مہاجرین بھی آنحضور ﷺ کے روانہ ہونے کی اطلاع کے بغیر یونہی علی الصبح حرہ کی پشت پر نہیں آیا کرتے ہونگے ۔ ان روایات میں بھی اس طرح کے انتظار کا آغاز مکہ سے روانگی کی اطلاع ملنے کے بعد ھی ہوتا ہے ۔ لیکن روایات سے ظاہر ہے کہ حرہ کی پشت پر آنے کا واقعہ ایک یا دو دن کا نہیں بلکہ کم از کم تین چار دنوں کا واقعہ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ کا معلوم ہوتا ہے ۔ تمام روایات سے ظاہر ہے کہ مکہ سے روانگی کا فیصلہ یکایک ہوا ۔ یعنی روانگی سے دو چار دن پہلے بھی کسی کو اطلاع کرنے نہیں بھیجا گیا ہوگا ۔ برٹن کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اطلاع پانچویں دن سے پہلے نہیں پہنچ سکتی تھی (۱۳۴) بلکہ جس قسم کی گرمی کا زمانہ بتایا جاتا ہے اس میں تو چھٹے دن سے پہلے اطلاع ناممکن معلوم ہوتی ھے ۔(۱۳۵) آنحضور ﷺ چونکہ دوشنبہ کو مکہ سے روانہ ہوئے اور دوشنبہ کو یثرب پہنچے تو ظاہر ہے کہ سفر ایک هفتہ کا رہا ۔[دو یا دو سے زیادہ هفتہ نہ لگنے کی وجہ یہ ہے کہ آنحضور ﷺ روانگی کی ساری رات اور دوسرے دن دوپہر تک سفر کرتے رہے تھے اور سہ پہر میں پھر جادہ پیما ہوئے تھے (۱۳۶) ۔ اس طرح سفر کرتے ہوئے وہ دوسرے ھی دن سہ شنبہ کو قدید پہنچے ہونگے نہ کہ آٹھویں دن (۱۳۷) ۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ آنحضور ﷺ دوشنبہ کو گھر سے چلے تھے اور غار ثور سے پنج شنبہ کو روانہ ہوئے تھے تو ماننا پڑے گا کہ انہیں قدید پہنچنے میں پانچ دن لگ گئے تھے جو مستقل طور پر سفر کرنے والے کے لئے غیر معمولی طور پر بڑی مدت ہے]- ایسی صورت میں کتنی دن الحرة العصبه کی

پشت پر آکر لوگوں کا انتظار سمجھ میں نہیں آتا ۔ اب اگر یہ فرض کیا جائے کہ ابن سعد کی روایت میں جو مہاجرین کا ذکر آیا ہے بعد کی پیداوار ہے (کہ عروہ کی روایت میں اس کا ذکر نہیں) اور یہ کہ عروہ کی یہ روایت بھی جو امام البخاری نے نقل کی ہے عبدالرحمن بن عویم بن ساعدہ سے ہی حاصل کردہ ہے لیکن اس میں مدینہ کا جو لفظ آیا ہے وہ عروہ نے سوچ سمجھ کر (یعنی مدینہ ھی کیلئے) استعمال کیا ہے تو مسلمانوں کا حرہ کی پشت پر آنے کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ جب آنحضور ﷺ کی مکہ سے یثرب آنے کی اطلاع مدینہ کے مسلمانوں کو ہوتی ہے تو وہ مدینہ سے باہر آکر جہاں حرہ شروع ہوتا تھا آنحضور ﷺ کا انتظار کیا کرتے تھے اور یہ کہ انہیں ایسا پانچ دن کرنا پڑا اور بالآخر جس دن آنحضور ﷺ قباء سے باہر آئے اس دن وہ انتظار کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے کہ آنحضور ﷺ کی آمد کی اطلاع ملتے ھی دوڑ پڑے اور حرہ کی پشت پر آکر استقبال کیا ۔ (افسوس کہ مجھے کوئی ایسی روایت نہیں ملی جس سے اس کی وضاحت ہوتی کہ پشت حرہ سے رواۃ کی کیا مراد تھی ۔ میں نے اس خیال کے تحت کہ مدینہ سے پرلی طرف کے کنارے کو سامنے کا اور مدینہ کی طرف کے کنارہ کو پیچھے کا کہا جاتا ہوگا ۔ مندرجہ بالا رائے قائم کی ہے۔ اگر مکہ سے آنے والا حرہ عبور کرنے سے پہلے پشت حرہ پر آتا ہوا خیال کیا جاتا تھا تو یہ دعوی کرنا مشکل ہوگا کہ امام البخاری اور ابن اسحاق وغیرہ کی روایات میں جس استقبال کا ذکر ہے وہ مدینہ کے لوگوں سے منسوب ہونا چاہیئے یا قباء کے انصار سے ۔)اس خیال کی تائید ابن اسحاق کی ان دو روایات سے ہوتی ہے جن کا اقتباس ہم نے اوپر پیش کیا ہے اور جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیی بن اخطب اور حضرت عبداللہ کو آنحضورؐ کی قباء میں آمد کی اطلاع اسی دن ملی اور یہ کہ دونوں کو اطلاع طلوع آفتاب سے قبل ملی ۔

علاوہ ازیں روایات میں آیا ہے کہ بنی اوس اور بنی خزرج میں دشمنی کا سلسلہ جاری تھا یہاں تک کہ حضرت اسعد بن زرارہ کے سوا بنی خزرج کے کسی بھی قابل ذکر انصار کا قباء میں آکر رسول اللہ سے ملنا ثابت نہیں (۱۴۸) اس سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ مدینہ ھی کے انصار آبادی سے باہر آکر حرہ کے پاس آنحضور ﷺ کا انتظار کیا کرتے تھے ۔

یہ بات تو بذات خود واضح ہے کہ جمعہ کے دن جب آنحضور ﷺ قباء سے مدینہ آئے تو انکا استقبال کیا گیا ہوگا اور یہ کہ استقبال حرہ کے قریب ھی کیا

گیا ھوگا (۱۴۹)۔ نیز یہ بھی معلوم ہے کہ وادی رانونا میں جہاں بنوسالم کی بستی تھی آنحضور ﷺ نے جمعہ کی نماز پڑھائی اور مسلمانوں سے خطاب کیا۔ ظاھر ہے کہ اس دن آنحضور ﷺ حرہ کے پاس (یعنی حرہ اور مدینہ کی سرحد پر) دوپہر کے وقت ھی تشریف لائے ھونگے اور چونکہ یہ ان کی مکہ سے ھجرت کے بعد مدینہ میں پہلی آمد تھی وادی رانونا یا اس کے قریب مدینہ کے انصار نے ان کا استقبال کیا ھوگا۔ اب سوال یہ پیدا ھوتا ہے کہ اس استقبال کا بیان کہاں ہے ؟ (۱۵۰)۔ یہ کہنا کہ اس کے بارے میں روایات قلمبند نہیں ھوئیں بڑی عجیب بات ھوگی۔ یہ امر ھر لحاظ سے ظاھر ہے کہ قباء اور بنو عمرو بن عوف سے کہیں زیادہ مدینہ اور بنو الخزرج خصوصاً بنوالنجار کی اھمیت تھی۔ ایسی صورت میں مدینہ میں استقبال کا سرے سے ذکر نہ ھونا بہت ھی عجیب بات ھوگی۔ ھمارے خیال میں سوال کا جواب سامنے ہے۔ جس استقبال کا ذکر احادیث و تاریخ کی کتب میں مذکور ہے وہ یہی استقبال ہے جمعہ کے دن بنوسالم کی بستی اور حرہ کے درمیان۔

یہ بھی ظاھر ہے کہ جس دن آنحضور ﷺ قباء سے مدینہ منتقل ھوئے اس دن بھی مدینہ کے انصار نے مدینہ کی بستیوں سے باھر آ کر ان کا استقبال کیا ھوگا۔ اس کے بارے میں حضرت انس وغیرہ کی روایت موجود ہے (۱۵۱) اور اگر غور سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ھو جاتا ہے کہ یہ واقعہ کسی اور موقع کا ہے بنو سالم میں نماز والے دن کا نہیں۔

یہاں پر ایک شبہ کا ازالہ ضروری معلوم ھوتا ہے۔ امام البخاری اور ابن اسحاق کی روایات میں آتا ہے کہ حرہ کی پشت پر جب انصار آنحضور ﷺ سے آملتے ھیں تو آنحضور ﷺ انکی معیت میں دائیں طرف کو مڑ جاتے ھیں بلکہ ایسا لگتا ھے کہ راستہ مستدیر صورت کا ھےجس پر آنحضور ﷺ دائیں طرف کو چلتے رھے۔ اس سے تاثر یہ پیدا ھوتا ہے کہ انصار کے آ ملنے کی جگہ مدینہ اور قباء کے درمیان رھی ھوگی۔ جہاں سے آپ دائیں طرف کو مڑے یا مڑتے رھے۔ چنانچہ یہ استقبال قباء میں آنے سے پہلے کا معلوم ھوتا ہےلیکن اسکی دو توجیہیں ممکن ھیں۔ اول یہ کہ قباء اور مدینہ میں آمد کے موقعوں پر استقبال کے بیان گڈمڈ ھوگئے ھیں اور دوسرے یہ کہ ھمارا اندازہ ھی سرے سے غلط ہے۔ السمہودی کا بیان ہے کہ زمانہ جاھلیت میں لوگ جب مدینہ آتے تھے تو پہلے ثنیۃ الوداع جاتے تھے (۱۵۲)۔ ڈاکٹر حمیداللہ صاحب نے اپنی کتاب Battle fields میں

جو نقشہ دیا ہے اس میں انہوں نے ثنیۃ الوداع کو مسجد قباء کے جنوب مغرب میں دکھایا ہے(۱۵۳) ۔ ڈاکٹر صاحب نے اسے ایک نمایاں ٹیلا کہا ہے اور اسکی تصویر دی ہے جس کے نیچے' (مدینہ کے جنوب میں) قباء میں ثنیۃ الوداع' رقم ہے (۱۵۴) ہم نے استقبالیہ اشعار کا اوپر ذکر کیا ہے۔ پہلا شعر یہ ہے :

طلع البدر علینا   من ثنیات الوداع

یعنی چودھویں کا چاند ہم پر ثنیات الوداع سے طلوع ہوا اگر ہم یہ فرض کریں کہ قباء میں آمد کے موقعہ پر یہ اشعار گائے گئے تو اسکے معنی یہ ہوئے کہ انصار کو پہلے سے معلوم تھا کہ آنحضور ﷺ ثنیۃ الوداع کے راستے سے ھی داخل ہونگے۔لیکن یہ عجیب بات ہے کہ کوئی ایک راوی بھی قباء میں آمد کے سلسلہ میں ثنیۃ الوداع کا ذکر نہیں کرتا ۔ دوم ابن سعد کی روایت میں آنحضور ﷺ فرمائش کرتے ھیں کہ انہیں ایسے راستے سے قباء لے جایا جائے جو مدینہ سے بچ کر نکلے لیکن ثنیۃ الوداع کا ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے نقشہ میں جو مقام ہے اسے دیکھ کر جو نتیجہ نکلتا ھے وہ یہ ھے کہ فرمائش غیر ضروری تھی یا یہ کہ استقبالیہ اشعار قباء میں نہیں مدینہ میں گائے گئے تھے نیز یہ کہ
آنحضور ﷺ مسجد قباء سے مدینہ ثنیۃ الوداع سے ہوتے ہوئے گئے تھے ۔ اور استقبال کے سلسلہ میں جس جگہ کا ذکر آتا ہے وہ یہی جگہ رھی ہوگی اور ایک روایت میں جس ٹیلے جیسے ابھار کے سایہ میں لوگ انتظار کرتے ہوئے پائے جاتے ھیں وہ یہی ٹیلا رھا ہوگا (۱۵۵) ۔ چنانچہ ثنیۃ الوداع سے دائیں مڑنا بلکہ چکر لگانا سمجھ میں آ جاتا ہے یعنی اس توجیہہ کے مطابق عروہ کی روایت میں دائیں مڑنے کا فی الواقع بیان رھا ہوگا جس کے معنی دراصل قباء سے مدینہ آتے ہوئے دائیں طرف دبتے رھنا تھا ، قباء سے شمال میں کسی جگہ پہنچنے اور پھر وھاں سے قباء کی طرف مڑنے کا ذکر نہ تھا ۔ راقم الحروف کو ان جگھوں کی زیارت کا شرف نہیں ۔ نیز ایسی کوئی واضح اور قابل اعتماد روایت اس کے سامنے نہیں جس سے ان جگھوں اور ان کے درمیان کے راستوں کا تعین کیا جا سکے ۔ ابن سعد کی روایت میں الحرۃ العصبہ کا ذکر ہے جس کے بارے میں السمہودی کا بیان ہے کہ قباء کے مشرق میں وادی رانونا کے اختتام پر ہے۔ اس کے برعکس دیگر روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضور وادی العقیق جو یثرب کی مغربی سرحد معلوم ہوتی ہے کو عبور کرکے مغرب کی طرف سے قباء میں داخل ہوئے ۔ رچرڈ برٹن نے جہاں پرالحرۃ الوبرہ کو عبور کیا تھا' جسے وہ مدرج کہتا ہے'

وہ جگہ مدینہ اور قباء کے درمیان واقع ہے۔

اب جب کہ ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ دوپہر کے وقت آمد اور استقبال کا جو ذکر آیا ہے وہ جمعہ کے دن مدینہ میں تشریف لائے اور حرہ کے پاس استقبال کا ذکر ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قباء میں آمد کے بارے میں کیا روایات ہم تک پہنچی ہیں ۔ ابو معشر نجیح اور ابن البرقی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے آمد کے لئے رات کا وقت بتایا تھا (۱۵٦) ۔ السمہودی نے رزین سے روایت کی ہے کہ رزین نے یحیی الحسینی کی کتاب اخبار المدینہ میں مجمع بن یعقوب بن حضرت مجمع بن یزید بن جاریہ کا بیان پڑھا تھا مجمع نے یہ روایت اپنے والد (یعقوب بن مجمع بن یزید بن جاریہ) اور (سعید بن عبدالرحمن بن یزید بن رقیش کی معرفت حضرت عبدالرحمن بن یزید بن جاریہ سے کی تھی (۱۵۷) ۔ یہ روایت خاصی مفصل ہے اور حضرت عبدالرحمن کا تعلق بنو عمرو بن عوف سے تھا اور وہ الانصاری القبائی کہلاتے ہیں (۱۵۸) ۔ یہ روایت شاذ ہے لیکن دیگر روایات کے ساتھ نہ صرف اس کی تطبیق ممکن ہے بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ قباء میں آمد سے متعلق جو روایات آئی ہیں ان میں سے صرف یہی ایک روایت ہے جس کے بارے میں یہ شبہ ممکن نہیں کہ مدینہ میں آمد سے متعلق ہے نہ کہ قباء میں آمد سے ۔

ایک اور بات بھی اس سلسلہ میں پیش کی جا سکتی ہے ۔ وہ صوم عاشوراء سے متعلق روایات ہیں جن میں یہ بیان آتا ہے کہ حضور ﷺ جب مدینہ (یعنی یثرب) پہنچے تو انہوں نے یہودیوں کو عاشوراء کا روزہ رکھے پایا تو حکم دیا کہ مسلمان بھی روزہ رکھیں ۔ خصوصاً وہ روایات جن میں آیا ہے کہ آنحضور ﷺ نے اصحاب سے دریافت کیا کہ کیا وہ کچھ کھا پی چکے ہیں تو لوگوں نے بتایا کہ کچھ لوگ کھا چکے اور کچھ لوگوں نے ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں تو آنحضور ﷺ نے حکم دیا کہ جن لوگوں نے کچھ کھایا پیا نہیں وہ روزہ پورا کریں اور جو کھا پی چکے ہوں وہ باقی دن روزہ سے رہیں (۱۵۹) ۔ حضرت ربیع بنت معوذ وغیرہ کی روایت ہے کہ عاشوراء کے روز صبح میں آنحضور ﷺ نے انصار کی بستی میں کہلا بھیجا کہ جنہوں نے کھایا نہ ہو وہ روزہ پورا کریں اور جنہوں نے کھا پی لیا ہو وہ باقی دن روزہ میں گزاریں ۔ اگر یہ واقعہ اس دن کا ہے جس دن آنحضور ﷺ یثرب میں آئے تو صاف ظاہر ہے کہ دوشنبہ کے آغاز کے بعد وارد قباء ہوئے یعنی دوشنبہ کی شب میں یا دوشنبہ کی صبح میں (١٦٠) ۔

اب یہ امر کہ جس صوم عاشوراء کا ذکر ہے وہ ۱ ھ کا واقعہ ہے یا ۲ ھ وغیرہ کا ، میرے خیال میں ان روایات سے خود ثابت ہے ۔ حضرت ابن عباس وغیرہ کی روایت میں " قدم " کا لفظ ہے جس کے معنی تشریف لانے کے بھی ہیں اور پہنچنے کے بھی ۔ اگر تشریف لانے کے معنی بھی تسلیم کئے جائیں پھر بھی ان روایات کا تعلق ۱ ھجری سے رہتا ہے ۔ (مدینہ میں آمدکے تقریباً ایک سال کے بعد کے واقعہ کے بارے میں نہیں کہہ سکتے کہ جب آپ تشریف لائے) ۔ علاوہ ازیں ان روایات سے یہ واضح ہے کہ آنحضور ﷺ نے مسلمانوں کو عاشوراء کا روزہ رکھنے کا حکم صبح میں دیا تھا ۔ جبکہ یہ روزہ یہودی تقریباً ۲۵ گھنٹے کا رکھتے ہیں یعنی مغرب سے آدھ گھنٹہ پہلے شروع کرتے ہیں (۱۶۱) اور دوسرے دن مغرب کے آدھ گھنٹہ بعد ختم کرتے ہیں ۔ یعنی روزہ شروع ہونے کے دس گیارہ گھنٹہ بعد آنحضور ﷺ نے یہ فیصلہ کیا ۔

۲ ھجری یا بعد میں یہ فیصلہ بہت ھی عجیب سا ہوگا ۔ روزہ کے آغاز سے پہلے فیصلہ کیوں نہ کیا گیا اور اس کی اطلاع لوگوں کو کیوں نہ دیدی گئی ۔ لیکن اگر یہ فیصلہ آمد کے دن کا ہے اور قباء میں آمد صبح کے قریب ہوئی تو بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ آنحضور ﷺ نے یثرب میں قدم رنجہ ہوتے ھی فیصلہ کیا اور انصار کو اس کی اطلاع کر دی ۔ چونکہ روایات میں بنو اسلم کے آدمی کی معرفت پیغام بھیجنے کا ذکر ہے (۱۶۲) ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیغام رساں حضرات ان لوگوں میں سے تھے جو حضرت بریدہ بن الحصیب الاسلمی السہمی کے ساتھ آنحضور ﷺ سے راستہ میں آ ملے تھے اور ان کے ساتھ یثرب آئے تھے (۱۶۳) ۔ چنانچہ کیا عجب کہ بنو عمرو بن عوف میں اترنے سے قبل ھی آنحضور ﷺ نے اسلمیوں کو انصار بستیوں میں روانہ کر دیا ہو ۔

صوم عاشوراء کے ذکر سے ایک اور بات سامنے آتی ہے یعنی ہمارے بزرگوں میں ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ کی مقبولیت سمجھ میں آ جاتی ہے ۔ نہ صرف یہ کہ ۱۲ ربیع الاول فی الواقع مدینہ آنے بلکہ ایک لحاظ سے مدینہ پہنچنے کی تاریخ ہے اس میں آنحضور ﷺ کی آمد جیسے اہم واقعہ کا یہودی تہوار سے تعلق باقی نہیں رہتا جبکہ قباء میں آمد کی تاریخ (۸ ربیع الاول) بہرحال مدینہ آنے کی تاریخ نہیں اور یہودی صوم عاشوراء سے منسلک ہے (۱۶۳) ۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ یثرب میں آمد کی تاریخ کے بجائے مدینہ میں آمد کی تاریخ کو اہمیت دی گئی اور بعد میں ان روایات سے مل کر جن میں یثرب میں آمد کا دن

دوشنبه بتایا گیا تھا مدینه بلکه قباء میں بھی آمد کی تاریخ دوشنبه/۱۲ ربیع الاول بن گئی ۔

غرضیکه قباء میں آمد کی روایت جو حضرت عبدالرحمن بن یزید بن جاریه سے منسوب ہے شاذ بلکه مجهول ہونے کے باوصف ہر طور پر قابل قبول ہے چنانچه ہم نے قباء میں آمد کے سلسلے میں اسی روایت پر انحصار کیا ہے ۔

اب ہم مدینه میں مختلف بستیوں سے گذر کر مسجد اور جائے رہائش کے انتخاب سے بحث کرتے ہیں ۔ ظاہر ہے که یه قباء میں تشریف آوری کے دن کا واقعه نہیں ۔ یه واقعه اس جمعه کا ہو سکتا ہے جس دن بنو سالم میں نماز ادا کی گئی تھی ۔ اکثر روایات سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ۔ یا اس دن کا واقعه ہو سکتا ہے جس دن آنحضور ﷺ مدینه منتقل ہوئے ۔ اکثر روایات سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ۔ (اکثر روایات میں نماز جمعه اور منتقلی کے واقعات ایک ہی دن ظہور پذیر ہوئے) ۔

ہم سمجھتے ہیں که یه بات فیصله کن ہے که تمام روایات میں مسجد نبوی کی جگه (یعنی مالک بن النجار میں) بالآخر اونٹنی کا بیٹھ جانا اور اکثر روایات میں حضرت ابو ایوب کا اپنے یہاں سامان لے جانا یه ثابت کرتا ہے که یه واقعه منتقلی کے دن پیش آیا ۔ تمام روایات میں آیا ہے که ہر بستی کے انصار نے آنحضور ﷺ سے رہائش کی فرمائش کی جس سے صاف ظاہر ہے که ان لوگوں کو معلوم تھا که آنحضور ﷺ قباء سے مدینه منتقل ہو رہے ہیں ۔

روایات میں غور کرنے سے ایک اور امر کا احساس ہوتا ہے ۔ ایک دن مسلح انصار کی معیت میں آنحضور ﷺ بنو سالم آئے ۔ یه بنو عمرو بن عوف کے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔اس دن کوئی ایک سو انصار جمعه میں حاضر تھے (۱۶۵) ۔ ان میں سے بہت سے بنو عمرو بن عوف کے لوگ رہے ہونگے ۔ اس کے برعکس ایک دن بنو النجار کے رؤساء کو مطلع کرنے کے بعد آنحضور ﷺ حره کی پشت پر پہنچتے ہیں اور کوئی پانچ صد اشخاص کا مجمع اکٹھا ہو جاتا ہے جس میں اہل بادیه بھی شامل ہیں (۱۶۶) ۔ صاف ظاہر ہے که دوسرا واقعه آنحضور ﷺ کی منتقلی کے دن کا واقعه ہے ۔

ایک اور بات بھی اس سلسلے میں پیش کی جا سکتی ہے ۔ وہ یه که جمعه کی نماز کا واقعه ۲۴ ستمبر کی دوپہر کا ہے ۔ گرمی کے متعلق روایات آپ کے سامنے ہیں ۔ اس دن نماز کے بعد جلوس کا مدینه کے گرد چکر لگانا کچھ بہت

مناسب سی بات معلوم نہیں ہوتی اسکے برعکس ۴ اکتوبر کی صبح میں مدینہ کے مختلف علاقوں سے گذر کر حضرت ابو ایوب کے یہاں اترنا قرین قیاس بات معلوم ہوتی ہے ۔ (جاری . . .)

حواشی و حوالہ جات

۱۱۴ ۔ فقد منا المدینة لیلاً ۔ فتنازعوا ایهم ینزل علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ۔ فقال انزل علی بنی النجار ، اخوال عبدالمطلب ، اکرمهم بذلک ، فصعد الرجال والنساء فوق البیوت ، وتفرق الغلمان والخدم فی الطرق . ینادون ، یا محمد ۔ یا رسول الله ۔ یا محمد ۔ یا رسول الله ۔ (صحیح مسلم ، حدیث نمبر ۲۰۰۹ : الجزء الرابع ، صفحه ۲۳۱۱) ۔

ومضی رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا معه حتی قدمنا المدینة ، فتلقاه الناس فخرجوا فی الطریق وعلی الا جاجیر فاشتد الخدم والصبیان فی الطریق یقولون الله اکبر ، جاءرسول الله صلی الله علیه وسلم ، جاء محمد ، قال ۔ وتنازع القوم ایهم ینزل علیه ، قال ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ، انزل اللیلة علی بنی النجار اخوال عبدالمطب لاکرمهم بذلک ، فلما اصبح غذا حیث امر (مسند ابن حنبل ، حدیث نمبر ۳ ، صفحه ۱۵۵) ۔ ومضی رسول الله صلی الله علیه وسلم حتی قدم (صفحه ۱۲) المدینة وخرج الناس حتی دخلنا فی الطریق و صاح الناس والخدام والغلمان جاء محمد رسول الله ، الله اکبر جاء محمد رسول الله فلما اصبح انطلق فنزل حیث امر ۔ (المستدرک ، الجزء الثالث ، صفحه ۱۳) ۔

ومضی رسول الله صلی الله علیه وسلم وانا معه حتی قدمنا المدینه لیلا ، فتنازعه القوم ایهم ینزل علیه فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم انی انزل اللیلة علی بنی النجار اخوال عبدالمطلب اکرمهم بذلک ، وخرج الناس حین دخلنا المدینه فی الطریق وعلی البیوت والغلمان والخدام صارخون ۔ جاء محمد ، جاء رسول الله صلی الله علیه وسلم جاء محمد جاء رسول الله ، فلما اصبح انطلق فنزل حیث امر ۔ (ابن سعد ، الطبقات الکبری ، الجزء الرابع صفحه ۳٦٦) ۔

۱۱۵ ۔ ابن هشام ، صفحات ۳۱٦ تا ۳۲۳ ۔ ابن سعد ، صفحه ۲۲٦ ۔

۱۱٦ دیکھئیے بخاری ، صفحه ۴۳ ۔ مسلم صفحه ۲۳۰۹ ۔ مسند ، صفحات ۱۵۴ ، و ، ۱۵۵ ۔ ابن سعد ، بیروت جلد ۴ ، صفحات ۳٦۵ ۔ ۳٦٦ ۔ ہم صرف پہلی شب کے بارے میں بیان کو لیتے ہیں ۔ امام بخاری کی روایت کے مطابق حضرت ابو بکر نے جواب میں فرمایا ، اخذ علینا بالرصد فخرجنا لیلا فاحیینا لیلتنا و یومنا حتی قام قائم الظهیره ۔ امام مسلم کی روایت کے بموجب جواب یہ تھا

نعم ، اسرینا لیلتنا کلها حتی قام قائم الظهیرہ ـ
مسند کی روایت میں یوں آیا ہے ـ خرجنا فادلجنا فاحثثنا یومنا ولیلتنا حتی اظہرنا و قام قائم الظہیرہ ـ
ابن سعد کی روایت کے بموجب جواب یہ تھا ـ ادلجنا من مکہ فاحیینا ولیلتنا و یومنا حتی اظہرنا وقام قائم الظہیرۃ
بات ان سب میں ایک ہی بتائی گئی ہے کہ روانگی شب میں ہوئی اور سفر ساری رات اور دوسرے دن دوپہر تک جاری رہا لیکن الفاظ ان چار میں سے کسی دو کے بھی ایک نہیں ـ

۱۱۷ مستدرک ، الجزء الثالث ، صفحات ۱۲ ، ۱۳ ـ اس میں اوائل شب میں تو کیا رات میں پہنچنے کا بھی واضح ذکر نہیں بلکہ اس روایت کے یہ معنی بھی نکالے جا سکتے ہیں کہ آمد شام کے وقت ہوئی ـ علاوہ ازیں اس روایت میں سرے سے نہ تو بنو النجار میں قیام کا ذکر ہے اور نہ ہی اس میں انصار کے درمیان قیام کے بارے میں تنازع کا ذکر ہے ـ غرضیکہ اگر دوسروں کی روایت کے پیش نظر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ آمد شب میں ہوئی اور آنحضور ﷺ نے بنو النجار میں ایک شب قیام فرمایا اور اس مفروضہ کی بنیاد پر الحاکم کی روایت کی تشریح کی جائے پھر بھی یہ روایت ، الفاظ کے استعمال کے لحاظ سے ، امام مسلم اور امام حنبل کی روایات سے بہت مختلف ہے ـ بالکل یہی بات ابو نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی کی روایت کے بارے میں کہی جا سکتی ہے ـ (دیکھیئے دلائل النبوۃ ، دوسری طباعت ، حیدر آباد دکن ، ۱۳٦۹ ـ ۱۹۵۰ ء ، صفحہ ۲۷۵) ـ

۱۱۸ ـ امام مسلم کی روایت کے مطابق حضرت عازب نے کہا ـ حدثنی کیف صنعتما لیلۃ سریت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسلم ، صفحہ ۲۳۰۹) ـ امام ابن حنبل کی روایت کے مطابق سوال یہ تھا ـ تحدثنا کیف صنعت حین خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانت معہ (مسند ، الجزء الاول ، صفحہ ۱۵۴) ـ ابن سعد میں یہی فرمائش یوں آئی ہے . تحدثنا کیف صنعت حین خرجتما و المشرکون یطلبونکم . (ابن سعد ، بیروت ، جلد ۳ ، صفحہ ۳٦۵) ـ لیکن امام بخاری میں یہ روایت ہے . فسالہ عازب عن مسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری ، صفحہ ۳۴) مسیر کے معنی سفر کے بھی ہیں اور روانگی کے بھی ـ لہذا ہم امام بخاری کی روایت میں بھی سوال کا تعلق روانگی تک محدود رکھ سکتے ہیں ـ بہر حال ان چاروں روایات میں سے کسی میں بھی یثرب پہنچنے کے واقعات بعد کے واقعات کے بارے میں سوال نہیں پایا جاتا .

۱۱۹ ـ ابن سعد (المجلد ، الرابع صفحہ ۳٦۵) کا بیان ہے کہ حضرت عازب اسلام لے آئے تھے ـ ان کے بیٹے حضرت براء کے بارے میں الواقدی (بقول ابن سعد المجلد الرابع صفحہ ۳٦۸ ،) کا بیان ہے کہ غزوہ خندق کے موقعہ پر وہ پندرہ سال کے تھے ـ ابن

سعد انکا شمار ان اصحاب میں کرتے ھیں جو فتح مکہ سے قبل اسلام لا چکے تھے۔ لہذا حضرت عازب ان لوگوں میں ھونگے جنھوں نے استقبال کیا تھا یا کم از کم ایسے بہت سے لوگوں سے آنحضور کی آمد کے بارے میں سن چکے ھوں گے ۔

۱۲۰ ۔ بخاری ، صفحہ ۳۸ ۔

۱۲۱ ۔ فتح الباری ، صفحہ ۹۳ ۔

۱۲۲ ۔ الجزء الثالث ، صفحہ ۸ ۔ الحاکم نے ابو بکر احمد بن کامل سے ، انھوں نے موسی بن اسحاق سے ، انھوں نے مسروق سے ، انھوں نے یحیی بن زکریا سے روایت کی ھے کہ ابن اسحاق نے محمد بن جعفر بن الزبیر اور محمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن حسین سے اور ان دونوں نے عروہ بن الزبیر سے اور انھوں نےحضرت عائشہ سے یہ روایت کی ھے ۔ ابن ھشام میں ان منازل اور قباء میں بنو عمر و بن عوف میں پہنچنے کا ذکر ھے لیکن اسناد کے بغیر ابن اسحاق کا بیان ھے ۔

۱۲۳ ۔ ابن ھشام ، صفحہ ۳۵۴ ۔ ابن الجوزی نے یہ روایت بغیر سند کے حضرت صفیہ سے بیان کی ھے (دیکھئیے صفحہ ۵۷) ابن حجر کے بیان کے مطابق ابو بکر بن حزم نے روایت کی ھے کہ رسول اللہ دو شنبہ کو قباء پہنچے ۔ (فتح الباری ، صفحہ ۱۱۸) ۔

۱۲۴ ۔ ابن سعد ، الجزء الرابع ، صفحہ ۳۶۳ ۔

۱۲۵ ۔ بخاری ، صفحہ ۳۰ ، ابن ھشام ، صفحہ ۳۳۳ ۔ فتح الباری ، صفحہ ۹۸ ، ۔ ابن کثیر ، البدایہ والنہایہ ، الجزء الثالث ، صفحہ ۱۹۰) ۔ النـووی (بقول قسطلانی صفحہ ٦۷) ابن عبدالبر ، الدرر فی اختصار المغازی والسیر قاھرہ ، ۱۳۸٦ ۔ ھجری ۔ ۱۹٦٦ء ، صفحہ ۹۱ ۔ طبری ، الجزء الثانی ، صفحہ ۲۴۸ ۔

۱۲٦ ۔ ابن ھشام ، صفحہ ۳۵۴

۱۲۷ ۔ ایضاً ، صفحہ ۳۵۳ ۔

۱۲۸ ۔ بخاری ، صفحہ ۳۲ ، روایت حضرت انس (لیکن اس روایت کے مطابق حضرت عبداللہ آنحضور ﷺ کے پاس اسوقت آئے جب وہ حضرت ابو یوب کے مکان پر پہنچے تھے ۔ لیکن ھم نے ابن اسحاق کی روایت کو اسلئے ترجیح دی ھے کہ وہ حضرت عبداللہ کے خاندان کے کسی فرد کے ذریعہ خود حضرت عبداللہ تک پہنچتی ھے ۔) ۔

۱۲۹ ۔ ابو معشر نجیح (بقول قسطلانی صحفـہ ، ٦۷) ابن البرقی (بقول سمہودی ، صفحہ ۲۳٦) حضرت براء (مسند ، حدیث نمبر ۳) حضرت عبدالرحمن بن یزید بن جاریہ (سمہودی ، صفحات ۲۳۴ ۔ ۲۳۵ : شائع شدہ متن میں جاریہ کے بجائے حارثہ آیا ہے . ابن سعد میں بھی ایک جگہ جاریہ کی بجائے حارثہ شائع ھوا ھے ۔ لیکن جاریہ درست ھے دیکھئیے ابن سعد ، الجزء الخامس صفحہ ۸۴ ۔ نیز امام البخاری ، کتاب التاریخ الکبیر ، الجزء الرابع ، حیدر آباد ، دکن ، ۱۳٦۰ ھـ ، صفحات ۳۰۸ تا ۳۱۰)

۱۳۰ ۔ محمد اسلم ملک صاحب ۔ دیکھئیے نقوش کا رسول نمبر ۔ جلد دوم ۔ صفحات ۳۳۹ ۔ ۳۳۰) ۔

۱۳۱ ۔ مثلاً ابن اسحاق (ابن هشـــام ، صفحه ۳۳۵) ۔ ابن سعد (صفحه ۲۳٦):۔

۱۳۲ ۔ سمهودی ، صفحه ۲۴۸ ۔

۱۳۳ ۔ بخاری ، صفحه ۳۰ ۔ سمهودی ، صفحه ۲۵۰ ۔

۱۳۴ ۔ بخاری ، صفحه ۳۸ ، ابن سعد (صفحه ۲۳۵)

۱۳۵ ۔ حضرت انس کا تعلق بنو النجار کے بطن بنو غنـم بن عدی بن النجار سے تھا ۔ دیکھیئے مثلاً ابن حجر العسقلانی ، کتاب تہذیب التہذیب ، حیــدر آباد ، دکن ۱۳۲۵ هـ جلد اول ، صفحه ۳۷٦) ۔

۱۳٦ ۔ هشام بن محمد بن سائب الکلبی کے بارے میں ابن عبدالبر وغیرہ کا بیـــان هے که ان کا کہنا تھا که آنحضور ﷺ جمعه ۱۲ ۔ ربیع الاول کو مــدینه پہنچے یا مــدینه میں داخـــل هوئے ۔ اس سے بظاهر ایسا معلوم هوتا هے که یه یثرب میں آمد کی تاریخ هے اور ابن الکلبی کے بیان کے مطابق آنحضور ﷺ مکه سے قباء نہیں بلکه مدینه آئے لیکن غور کرنے سے محسوس هوتا هے که شاید ابن الکلبی نے قباء سے مدینه آنے کا دن اور تاریخ بتائی هے ۔ حسن اتفـــاق سے همیں ایک روایت بھـــی مـــل گئی هے ۔ مغلطائی (صفحه اے ۔ ۷۲) کا بیان ہے که ابن الکلبی کا کہنا ہے که آنحضور ﷺ جمعه ۱۲ ربیع الاول کو قباء سے مـدینه تشریف لائے ۔ لہذا ابن الکلبی کے بیان کے لحاظ سے یه دو واقعات دو مختلف دنوں کے ثابت هوتے هیں ۔

۱۳۷ ۔ بخاری ، صفحه ۳۰ ۔

۱۳۸ ۔ ابن هشام ، صفحات ۳۳۳ ۔ ۳۳۴ ۔

۱۳۹ ۔ ایضاً ، صفحه ۳۳۳ ۔

۱۴۰ ۔ ایضاً ، صفحه ۳۳۳ ۔

۱۴۱ ۔ دیکھیئے مثلاً ابن اسحاق (ابن هشام ، صفحات ۳۰۵ ۔ ۳۰٦) ۔

۱۴۲ ۔ ابن سعد کا بیان یہاں پر اس کا الٹ هے که آنحضور ﷺ ۲ ۔ ربیع الاول کو پہنچے لیکن کہا جاتا هے که ۱۲ ۔ ربیع الاول کو پہنچے ۔ یه ان کا بیان نہیں هو سکتا کیونکه اس سے قبل صفحه ۲۳۲ پر انکا بیـــان هے که غار ثور سے ۵ ۔ ربیع الاول کو روانه هوئے تھے ، نیز جلد دوم صفحه ٦ پر وهی بیان هے جو هم نے یہاں اختیار کیا ہے یعنی ان کا بیان ۱۲ کا ہے جبکه ۲ کی تاریخ کے بھی مروی هونے کا ذکر ہے ۔

۱۴۳ ۔ ابن سعد ، صفحه ۲۳۳ ۔

۱۴۴ ۔ رچرڈ برٹن ۔ صفحه ۵۰ ، جلد دوم ۔

۱۴۵ ۔ دن کے ایک بڑے حصه میں سفر تقریباً ناممکن هوتا هے اور اونٹ کی رفتار بھی متاثر هوتی هے ۔

۱۴٦ ۔ حضرت براء کی روایت ۔ بخاری ، صفحه ۴۳ ۔ مسند ، حدیث نمبر ۳ ، مسلم حدیث نمبر ۲۰۰۹ ۔ ابن سعد ، الجزء الرابع ، صفحه ۳٦۵ ۔

۱۴۷ ـ ابن سعد (صفحه ۲۳۲) کی روایت کے مطابق آنحضور ﷺ نے ام معبد کے خیموں میں سه شنبه کے دن قیام کیا ـ ام معبد کے خیمے قدید میں تھے ـ جیسا که ابن سعد کے بیان اور ان اشعار سے معلوم ھوتا ھے جنھیں ابن سعد نے نقل کیا ھے ـ مکه سے قدید کا فاصله ۶۰ ، ۶۵ میل ھے (الحمدانی ، کتاب صفة جزیرة العرب ، مصر ، ۱۹۵۳ع صفحه ۱۸۵ ابن خرداذبه ، کتاب المسالک والممالک ، لیڈن ، ۱۳۰۶ ـ ۱۸۸۹ ـ صفحات ۱۳۱ اور ۱۸۷ نیز ۱۳۰ ـ ۱۳۱) آنحضور ﷺ روانگی کی شب اور دوسرے دن دوپہر تک پھر اغلباً دوسری شب اور دوسرے دن صبح کا کچھ حصه سفر میں رھے تھے ـ اسطرح گویا دو دن بنتے ھیں ـ

۱۴۸ ـ سمھودی ، صفحه ۲۳۹ ـ

۱۴۹ ـ مجھے مدینه منوره کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ـ یثرب کی جغرافیائی صورت حال کے بارے میں میری معلومات کتابی ھیں جو زیاده تر سمھودی اور ڈاکٹر حمیدالله سے ماخوذ ھیں یا ھجرت سے متعلق روایات سے ـ ان روایات سے نیز برٹن کے خاکے سے ایسا معلوم ھوتا ھے که قباء حره میں واقع ھے اور آنحضور ﷺ کے زمانے میں مدینه کی بستیوں اور حره کے درمیان میدانی علاقه تھا ـ استقبال وغیره کے سلسله میں جس جگه کا ذکر آتا ھے یہی جگه ھو گی نیز جس جگه کو برٹن مدرج کا نام دیتا ھے وہ بھی یہی جگه رھی ھو گی ـ

۱۵۰ ـ اگر ان روایات کو جو عبدالرحمن بن عویم وغیره سے مروی ھیں قباء میں استقبال کے بارے میں متصور کر لیا جائے تو کوئی اور روایت میری نظر سے نہیں گذری جسکے متعلق کہا جا سکے که یه مدینه میں جمعه کے دن استقبال کے بارے میں ھے یعنی جو اور روایات آئی ھیں انکا تعلق اس دن سے واضح طور پر نظر آتا ھے جس دن آنحضور ﷺ مدینه منتقل ھوئے ـ

۱۵۱ ـ بخاری ، صفحه ۳۸ ، (فتح الباری ، نمبر ۳۲ ۳۹) ـ امام البخاری کی التاریخ الصغیر(بحواله سمھودی ، صفحه ۲۵۵) ـ ابن کثیر ، جلد سوم ، صفحات ، ۱۹۷ ، اور ۱۹۹ ـ ۲۰۰ ـ

۱۵۲ سمھودی ، صفحه ۵۹ (ابن شبة کی معرفت عامر بن جابر کا بیان) ـ

۱۵۳ دیکھئیے ، صفحه ۳۱ ـ

۱۵۴ ـ Battle fieldes صفحه ۱۰ ـ

۱۵۵ ـ فتح الباری ، صفحه ۹۷ (ابن حجر نے الحاکم کے واسطے سے عبدالرحمن بن عویم کی اپنی قوم کے بزرگوں سے روایت نقل کی ھے ـ کستدرک کے ھجرت سے ، متعلق باب میں یه روایت درج نہیں ابن اسحاق نے عبدالرحمن بن عویم سے جو روایت کی ھے اس میں ٹیلے کا ذکر نہیں ھے ـ)

۱۵۶ ـ فتح الباری ، صفحه ۹۸ ، ـ دیار بکری ، ورقه ۱۶۳ الف ـ سمھودی ، صفحه ۲۳۶ ـ الزرقانی ، شرح المواھب اللدنیه ، جلد اول ، صفحه ۳۰۷ ـ

۱۵۷ ـ سمہودی ، صفحات ، ۲۳۳ ـ ۲۳۵ ـ

۱۵۸ ـ امام بخاری ، کتاب التاریخ الکبیر ، حیدر آباد (دکن) ، ۱۳۶۰ هـ ، الجزء الرابع ، القسم الاول ، صفحات ۳۰۸ و ، ۳۰۹ اور ۳۱۰ ـ مجمع بن یعقوب بن مجمع بن یزید بن جاریه کو امام بخاری قبائی بتاتے ہیں ـ ابن سعد (الجز الرابع ، صفحات ۳۷۱ ، ۳۷۲) یزید بن جاریه اور مجمع بن جاریه (جاریه کے بجائے حارثه شائع ہوا ہے) کو بنو عمرو بن عوف کے لوگوں میں شمار کرتے ہیں ـ

۱۵۹ ـ دیکھئیے احادیث کے مجامیع میں کتاب الصوم ، باب صوم عاشوراء ـ خصوصاً مسند ، حدیث نمبر ۲۵۰۸ ، ـ مسلم نمبر ۲۵۳۰ ، ۲۵۳۳ ـ جلد اول صفحه ۳۹۸ (روایت حضرت سلمة بن الاکوع) اور ابن ماجه اور نمبر ۱۷۳۵) ـ

۱۶۰ ـ ۱ ہجری میں صوم عاشوراء (۱۰ تشری ۴۳۸۳ عالمی ـ یہودی) دوشنبه ۲۰ ستمبر ۶۲۲ ء سے مطابق ہے یعنی ہجری تقویم میں دوشنبه ۸ ربیع الاول سے ـ اگر آنحضور ﷺ کی آمد اس تاریخ سے ہوئی تو ظاہر ہے که دوپہر کا وقت آمد کا وقت نہیں ہو سکتا کیونکه صوم عاشوراء والی روایات میں صبح کا ذکر ہے ـ نیز یه بھی ظاہر ہے که دوپہر کے وقت ستمبر کے ماہ میں یه نہیں پوچھا جا سکتا که کسی نے کچھ کھا پی لیا ہے ـ یه تو ہو سکتا ہے که اس خیال سے که انصار بھی یہودیوں کے تتبع میں روزہ رکھتے ہوں پوچھا جائے که کون لوگ روزہ سے ہیں لیکن وہ سوال نہیں کیا جا سکتا جو روایات میں آیا ہے ـ

۱۶۱ ـ S B . Burnaby, Elements of Jewish and Muhammad en Calenders

لندن ، ۱۹۰۱ ع ، صفحه ۱۸۶ ـ

۱۶۲ ـ بخاری ، ۱۸۱۱ ، مسلم ، ۲۵۳۰ ـ

۱۶۳ ـ سمہودی ، صفحه ۲۳۳ ـ

۱۶۴ ـ ہجری تقویم میں ۸ ربیع الاول ۱ ہجری یوم عاشوراء سے مطابق ہے ـ ۱۲ ربیع الاول ۱۴ تشری کو پڑتا ہے یعنی عاشوراء کے چار دن بعد ـ ہماری تطبیق کے لحاظ سے آنحضور ﷺ مدینه میں (بمعنی مدینه) جمعه ۱۲ ـ ربیع الاول کو پہلی مرتبه آئے ـ چونکه وہ مدینه کے لئے روانه ہوئے تھے کہه سکتے ہیں که وہ اس روز مدینه پہنچے ـ

۱۶۵ ـ ابن سعد (صفحه ۲۳۶ : لیڈن ، جلد اول ، حصه اول ، صفحه ۱۶۰) ـ یه روایت بالآخر حضرت عائشه اور یا حضرت علی اور یا حضرت ابن عباس تک پہنچتی ہے ـ یه واضح طور پر جمعه کے دن مدینه آنے کا واقعه ہے که اس میں نماز جمعه اور سو اشخاص کے وہاں جمع ہونے کا ذکر ہے ـ الواقدی یا ابن سعد وغیرہ نے صرف یه غلط نتیجه نکالا که اس دن آنحضور ﷺ مدینه بھی منتقل ہو گئے ـ یعنی اس روایت میں جو انصار کی رہائش کے سلسله میں درخواست مذکور ہے ہمارے خیال میں الواقدی یا کسی اور راوی نے دوسری روایات سے لیکر ملا دیا ہے کیونکه

اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ تمام بستیوں سے گذرنے کے بعد آنحضور بنو سـالم پہنچے اور نماز جمعہ ادا کی جبکہ دیگر تمام روایات میں آپ کو سب سے پہلے بنو سـالم کے لوگ ٹھہرنے کے لئے کہتے ہیں ۔

١٦٦ ۔ حضرت انس کی روایت (ابن کثیر ۔ صفحہ ٨ ۔ ١٩٧ ، بحوالہ امام ابن حنبل ۔ سمہودی ، صفحہ ٢٥٥ ، بحوالہ امام بخاری) ۔